(2) جاہلی عہد میں حنیفیت (دین ابراھیمی)- تحقیقی جائزہ

استفادہ تحریر: جاہلی عہد میں حنیفیت از پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی، (ڈائیریکٹر شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل ادارہ علوم.

(اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۔(احناف در بلوغ الارب

یثرب/مدینہ ۔2

دور جاہلیت میں توحید الہٰی اور دینِ ابراہیمی کا دوسرا بڑا مرکز یثرب تھا جو مکہ سے پانچ سو کلومیٹر شمال میں تھا، اور اوس و خزرج کے دو جنوبی عرب کے قبیلے وہاں آباد تھے اور وہ بھی رواجی دین عرب کے ساتھ دین ابراہیمی سے تعلق رکھتے تھے، ان کے علاوہ یہودیوں کے متعدد قبیلے اور شاخیں بھی یثرت میں سکونت پذیر تھیں اور وہ بھی بہر حال دین ابراہیمی کی شاخیں تھیں، یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے اصل دین میں انحرافات پیدا کر کے اس کی اصل صورت بگاڑ کر اسے یہودیت بنادی تھی، تاہم وہ توحید الہی کے قائل اور اس پر عامل تھے، سب نہ سہی تو کافی تعداد میں اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے، پھر وہ بہر حال بت پرستی اور شرک کی دوسری عرب رواجی خرافات سے مبرا تھے اور حضرت ابراہیم سے اپنا ربط جوڑتے تھے، اوس و خزرج کے قبیلے کچھ تو دین ابراہیمی کے باقیاتِ صالحات کی بناء پر اور کچھ یہودی علماء واحبار کے صحیح افکار کے سبب حنیفیت سے واقف بھی تھے اور ان میں سے بعض اس کے قائل و عامل بھی۔

یثرب کے ایک اہم شخص سُوید بن صامت اوسی تھے، وہ اپنی عقل و فہم، صلاحیت ولیاقت اور پاکیزگی کی بناء پر " الکامل " کی لقب سے معروف تھے، ان کی والدہ رسول اکرم ﷺ کے دادا جناب عبد المطلب ہاشمی کے خالہ زاد بھائی تھے۔ان کو امثالِ لقمان کا ایک صحیفہ یا مجلہ مل گیا تھا اور اس بناء پر ان کو " حنیف " سمجھا جاتا تھا، رسول اکرم ﷺ سے ان کی ملاقات بھی ہوئی تھی اور وہ اسلام سے متاثر بھی ہوئے تھے۔(ابن ہشام، 34/2-36) سہیلی، الروض الانف، مترجمہ عبد الرحمن الوکیل، قاہری، 1967، 43/4، 65-67، شبلی، 260/1-261، بلاذری، 238/1): " وکانو یرون انہ مسلم ")

صِرمہ بن انس، یہ بنی عدی بن نجار میں سے تھے، جاہلیت کے زمانے میں درویشی اختیار کرلی تھی، بت پرستی چھوڑدی تھی، غسل" جنابت کرتے تھے اور حائضہ سے پرہیز کرتے تھے، شراب اور ہر نشہ آور چیز کو ناپسند کرتے تھے، پہلے عیسائی ہونے کا ارادہ کیا پھر رک گئے اور ایک مسجد بنالی جس میں کسی جنبی یا حائضہ کو نہیں آنے دیتے تھے، کہتے تھے کہ میں رب ابراہیم کی عبادت کرتا ہوں اور دین ابراہیمی کا پیروہوں، ان کا ایک شعر یہ ہے:

الحمد للہ ربی لا شریک لہ من لم یقلھا فنفسہ ظلما

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو یہ بہت بوڑھے ہوچکے تھے، انہوں نے حاضر ہو کر اسلام قبول کیا"، (مودودی، سیرت 2/156، 71/2 بحوالہ الاستیعاب، ج 323/1، الاصابہ، 179/2، ابن ھشام،

ابن قتیبہ نے ابو قیس صرمہ بن ابی نس نجاری کے بارے میں تقریباً یہی لکھا ہے:" وکان ترھب ولیس المسوح وفارق الاوثان وھم بالنصرانیہ ثم امسک عنھا ودخل بیتا فاتخذہ مسجدا لایدخل علیہ ثامث ولا جنب وقال: اعبد رب ابراہیم فلما قدم رسول اللہ ﷺ المدینۃ اسلم وحسن اسلامہ" نعتِ نبوی میں ان کا ایک طویل قصیدہ بھی ہے، (ابنِ قتیبہ، کتاب المعارف 61، ابن ھشام، 130/2) بلوغ الارب، 2/266)۔

ابن سعد نے یثرب کے دو اور موحدین کا ذکر کیا ہے، وہ ہیں" اسعد بن زرارہ نجاری خزرجی اور ابوالہیثم بن التیہان اور دونوں یثرب میں توحید کی بات کیا کرتے تھے:" وکان اسعد بن زرارۃ وابوالھیثم بن التیھان یتکلمان بالتوحید بیثرت" (الطبقات الکبری، دار صادر بیروت 1960، 1/218)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ذکوان بن عبد قیس نے رسول اکرم ﷺ کا پیغام سن کر حضرت زید بن زرارہ سے کہا تھا کہ یہ تو تمہارا دین معلوم ہوتا ہے، حضرت ذکوان بن عبد قیس بھی انہیں موحدین اور احناف میں شمار کیئے جانے کے لائق ہیں، انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے پیغام کے بارے میں سنا تو مدینہ ہجرت کرکے مکہ پہنچے اور اسلام قبول کرکے وہیں بس گئے اور پھر آپ ﷺ کے ساتھ ہی مکہ سے مدینہ کو گئے تھے اسی لیے ان کو" مہاجری انصاری" دونوں کہا جاتا تھا،" (بلاذری 245/1) بلاذری

نے ان کے لیے '' فھو من مھاجری الانصار'' کا فقرہ استعمال کیا ہے کہ ان کے علاوہ بعض اور ایسے مدنی تھے جو مکہ میں بس گئے تھے اور یہ ایک اور قرینہ ان کے حنیف ہونے کا ہے کہ اسی کے زیر اثر وہ بعثت نبوی ﷺ کی خبر سن کر مکہ ہجرت کر گئے تھے۔

3۔ قبائل عرب

مکہ ویثرب کے علاوہ دوسرے شہروں کے حوالے سے احناف کی تاریخ بیان کرنا مشکل ہے، اس کی متعدد وجوہ ہیں، ان میں سے سب سے اہم یہ ہے کہ ان کی قبائلی نسبت زیادہ معروف بھی ہے اور وسیع بھی، ان کی مکانی نسبت اتنی اہم نہیں کہ وہ کسی خاص علاقہ سے وابستہ ہونے کے باوجود اس سے زیادہ متعلق نہ تھے، ان میں سے متعدد کا تعلق بیک زمان متعدد علاقوں سے بھی تھا یا مختلف ادوارِ حیات میں وہ مختلف دیار سے وابستہ رہے، مزید یہ کہ علاقائی و مکانی نسبت کی بجائے ان کے بارے میں معلومات زیادہ تر قبائیلی تعلق کے حوالے سے ملتی ہیں، لہذا دوسرے موحدین اور حنفاء کا ذکر ان کی قبائلی نسبت سے کرنا زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔

(a) ثقیف/ہوازن (شاعر امیہ بن ابی الصلت کا قبیلہ)

عہد جاہلی کے مشہور شاعر امیہ بن ابی الصلت ربیعہ بن وھب ثقفی کو احناف میں شمار کیا گیا ہے، ہمارے بعض راویان خوش بیان کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ احناف کے اوصاف طہارت وصفاتِ عالیہ کی بنا کر ان کو نبی کے درجہ پر فائز کر دیتے ہیں۔ چناچہ بعض روایات نے امیہ ثقفی شاعر کو بھی نبی بنا دیا ہے جیسے بعض دوسروں کو بنایا ہے، اس باب میں یہ واضح رہنا ضروری ہے کہ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کے بعد حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ تک کوئی رسول و نبی سرزمینِ عرب میں مبعوث نہیں ہوا۔ یہ اسلامی عقیدہ بھی ہے اور تمام قدیم وجدید ماہرین کا متفہ فیصلہ بھی۔

ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 212/2:۔۔۔۔۔۔۔ وقد قال'' غیر واحد من العلماء ان اللہ تعالی لم یبعث بعد اسماعیل نبیا فی العرب الا محمد ا ﷺ) غالباً ان روایات کا مقصود بھی یہی ہے کہ وہ اوصافِ نبوی کے حاملینِ عالی مقام تھے کیوں کہ وہ (روایات) بھی انکی نبوت کی بعد میں تردید کرتی نظر آتی ہیں یا ان کے بارے میں وضاحتی بیانات دیتی ہیں، امیہ بن ابی الصلت ثقفی کے باب میں بھی نظر یہی آتا ہے۔ (ابن کثیر، البدایہ واالنہایۃ، 12/2:۔۔۔۔۔۔ والظاہر ان ھؤلاء کانو قوما صالحین یدعون الی الخیر واللہ اعلم)

حافظ ابن عساکر کے مطابق وہ دمشق گئے تھے اور وہ مستقیم صاحبِ جادہ حق تھے، اول امر میں ایمان پر تھے بعد میں گمراہ ہوئے، (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 2/220-221) ابن قتیبہ، کتاب المعارف، 60، بلوغ الارب، 2/253-258 بحوالہ اصمعی، صحیح مسلم، اصابہ، شرح دیوان امیہ از محمد بن حبیب، الاغفانی ابن قتیبہ، طبقات الشعراء، دیوان امیہ وغیرہ)، شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغۃ، (1/275-276: ان النبی ﷺ صدق امیۃ بن الصلت فی بیتین من شعرہ

حافظ طبرانی کی سند پر ایک روایت ابن کثیر نے نقل کی ہے جو امیہ بن ابی الصلت ثقفی کے دین وعقیدہ کو بتاتی ہے، اس کا لبِ لباب یہ ہے کہ حضرت ابوسفیان بن حرب اموی اور امیہ ابن ابی الصلت ثقفی ایک بار شام تجارت کے لیے گئے، وہاں نصاریٰ کے ایک گاؤں کے ایک عظیم عالم سے ملاقات کی اور امیہ ثقفی نے نہ صرف آخرت اور مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے اور جنت و جہنم کے دخول کے بارے میں اپنے عقیدہ کا اظہار کیا بلکہ جناب ابوسفیان اموی کو ان کا قایل کرنے کی کوشش کی: "بلی! واللہ یا ابا سفیان! لتبعثن ثم لتحاسبن ولید خلن فریق الجنۃ وفریق النار (2/222) اسی سفر کے دوران رفقائے تجارت نے عتبہ بن ربیعہ کی صفات عالیہ کے علاوہ اہل بیت اللہ میں سے ایک نبی مکرم کے مبعوث ہونے پر بھی مباحثہ کیا، ان کی صفات بیان کیں، امیہ بن ابی الصلت ثقفی نے عیسائی عالموں کے بیان کردہ صفات نبوی کا مستحق اپنی ذات کو سمجھا تھا۔ محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی نبوت ورسالت کی خبریں سن کر ان کی ثقفی عصبیت جاگ اُٹھی اور انہوں نے رسالت محمد تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی بنا پر وہ ذلت وتوہین کا ہدف بھی بنے، (2/223) بعض روایات کے مطابق انہوں نے بالآخر رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کی اور سورۃ یٰس کی تلاوت نبوی سن کر نبوت کی تصدیق کی، اور غزوہ بدر کے بعد وہ ایمان کے لیے تیار بھی ہوئے پھر غیرت قومی کا شکار ہو کر بلا ایمان مرے (2/226 ومابعد)۔

امیہ بن ابی الصلت ثقفی بنیادی طور سے طائف کے باشندے تھے اور قریش مکہ سے قریبی ربط رکھتے تھے، ان کی ماں اموی/عبشمی سردار مکہ عبدالشمس بن عبد مناف کی دختر رقیہ تھیں، اس بنا پر وہ بنو عبد شمس/بنو امیہ کے قریبی عزیز تھے، حضرت ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس کا ان سے رشتہ بہت قریبی تھا (2/221) ان کے کلام کی صداقت کی تائید رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے اور ان کی حنیفیت کی بھی، حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالی عنہ) کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ سب سے سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا وہ کلمہ لبید ہے: " الا کل شیٔ مال خلا اللہ باطل" اور امیہ بن ابی الصلت تو مسلمان

ہونے کے قریب تھے: '' وکان امیہ بن ابی الصلت ان یسلم '' ان کے بارے میں یہ حدیث کہ شعر ان کا مومن تھا اور دل ان کا کافر: '' آمن شعرہ وکفر قلبہ '' حافظ ابن کثیر کے نزدیک غیر معروف ہے، (شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، 227/1: شاہ صاحب نے منہاج اسماعیل کے اثرات کو قبول کیا ہے، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 228/2 ومابعد)۔

بنو عبس بن بغیض (b)

بنو عبد کا قریبی رشتہ غطفان اور اس کی ذیلی شاخ سے تھا اور وہ ایک عظیم وطاقت ور قبیلہ تھا، اسے غطفان میں بھی بہت اہم مقام حاصل تھا، ان کی طاقت سیاسی، سماجی، فوجی اور عددی تھی، وہ مکہ و مدینہ کے مابین بستے تھے اور ان کے ایک اہم صحابی حضرت نعیم ابن مسعود اشجعی تھے جو بنو عبس بن بغیض کے بھی عامل صدقات مقرر کیے گئے تھے۔ ان کے علاوہ متعدد دوسرے اکابر قبیلہ تھے، (عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، باب دوم، 148-149 ومابعد اور ان کے حواشی)

اس کے ایک حنیف وموحد کا نام خالد بن سنان بن غیث تھا، ان کے بارے میں بھی روایت آتی ہے کہ وہ ایک نبی تھے۔ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 211/2: الذی کان فی زمن الفترۃ وقد زعم بعضھم انہ کان نبیا واللہ اعلم: بحوالہ طبرانی، بزار) جن کو ان کی قوم نے ضائع کر دیا، وہ دعباداتِ اوثان ترک کر چکے تھے، دین ابراہیمی کے متلاشی تھے اور قیامت کا عقیدہ رکھتے تھے، ان کی دختر نیک اختر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ کو سورہ اخلاص تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ (قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ)۔۔۔۔۔ تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ میرے والد بھی یہی کیا کرتے تھے کہ اللہ ایک ہے، (ابن قتیبہ، کتاب المعارف، 62، ابن کثیر، البدایۃ و النہایہ، 211/2-212، بلوغ الارب، 278/2-280: کان مقرا بتوحید الربوبیۃ والالوھیۃ ناھجا منھم الملۃ الحنیفیہ۔۔۔۔۔۔۔ بحوالہ ابو عبیدہ معمر بن المثنی، کتاب الجماجم، حاکم مستدرک، الدمیری حیاۃ الحیوان، القزوینی، العکبری، شرح المقامات، ابن حجر، الاصابہ وغیرہ)

حافظ ابن کثیر نے ان کے نبی ہونے کی روایات پر تنقید کی ہے اور کیا ہے کہ وہ ایک مرد نیک تھے جن کو احوال وکرامات حاصل تھے اگرچہ ہو زمانہ فترۃ میں تھے: '' والاشبہ انہ کان رجلا صالحا لہ احوال وکرامات فانہ ان کان فی زمان الفترۃ .

عبد القیس©

عرب کے مشرقی سواحل پر ایرانی سرحدوں کے قریب عبد القیس کا طاقت ور قبیلہ بڑی آبادی رکھتا تھا، وہ موحدین واہل ملت کی جماعت بھی رکھتا تھا اور متعدد دوسرے مردانِ حق کار اور متلاشیانِ حق کے وجود سے بھی مشرف تھا، (عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، باب دوم، 190-192 ومابعد اور اس کے حواشی

جاہلی دور میں رئاب بن البراء عبد القیسی کو حنیف یا متلاشی حق مانا گیا ہے بعد میں وہ نصرانی بن گئے تھے، ان کو اپنے دور کے بہترین افراد میں گردانا جاتا تھا. قبیلہ / خاندان '' شن '' سے متعلق ہونے کی بنا پر وہ '' رئاب الشنی '' کہلاتے تھے (ابن قتیبہ 58)، آلوسی نے ان کا نام ارباب بن رئاب شنی عبد القیسی لکھا ہے اور ماوردی کی کتاب اعلام النبوۃ حوالہ سے ایک نشنی کے بت پرستی سے تائب ہونے کا ذکر کیا ہے کہ وہ بعد میں مکہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے، رسول اکرم ﷺ سے ان کی ملاقات اور ندائے ہاتف کا حوالہ بھی ہے (بلوغ الارب، 258/2-259، بحوالہ ابن قتیبہ، المعارف، وماوردی)۔

حمیر (d)

جنوبی عرب کی جو زرخیز ساحلی پٹی یمن سے ہجر تک جاتی ہے وہ عظیم وکبیر قبیلہ حمیر کی سرزمین تھی، (عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، باب دوم، 177 ومابعد اور اس کے حواشی) اس کے ایک عظیم فرد اور بطل جلیل اسعد ابو کرب الحمیری تھے، اگرچہ وہ جنوبی عرب کے فرد تھے مگر بیت اللہ سے ان کو خاص تعلق تھا اور روایت کے مطابق وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے خانہ کعبہ پر چمڑے اور کپڑے کی چادریں (انطاع والبرود) کا غلاف چڑھایا تھا، یہ اشارہ ان کے صاحبِ ایمان وعقیدہ ہونے کی طرف ہے۔ ان کا زمانہ ابن قتیبہ کے مطابق رسول اکرم ﷺ سے سات سو سال قبل کا تھا، (ابن قتیبہ کتاب المعارف، 60، آلوسی، بلوغ الارب، 260/2۔ بحوالہ ابن قتیبہ، کتاب المعارف)۔

قبایل یمن و جنوبی عرب (e)

سیف بن ذی یزن والی/شاہِ یمن اور عبد المطلب ہاشمی کی ملاقات کا ذکر تقریباً تمام اہل سیر نے کیا ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی آخر الزماں کی بعثت کے علاوہ الہ واحد کے قایل تھے، ان کے علاوہ " یمن میں چوتھی، پانچویں صدی عیسوی کے جو کتبات آثارِ قدیمہ کی جدید تحقیقات کے سلسلے میں برآمد ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں وہاں ایک توحیدی مذہب موجود تھا جس کے پیرو الرحمان اور رب السماء والارض ہی کو الہ واحد تسلیم کرتے تھے۔ 378ء کا ایک کتبہ ایک عبادت گاہ کے کھنڈر سے ملا ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ یہ معبد " الہ ذو سموی " یعنی الہ الاسماء یا رب السماء کی عبادت کے لیئے بنایا گیا ہے۔ 465ء کے ایک کتنے میں " بنصر وردا ا ثمن بعل سمین وارضین وابنصرین وبعون الا الہ رب السماء والارض " کے الفاظ لکھے ہیں جو عقیدہ توحید پر صریح دلالت کرتے ہیں۔ اسی دور کا ایک اور کتبہ ایک قبر پر ملا ہے جس میں " بخیل رحمنن " (یعنی استعین بجول الرحمن) کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح شمال میں دریائے فرات اور قنسرین کے درمیان زَبد کے مقام پر 512ء کا ایک کتبہ ملا ہے جس میں " بسم الا الہ لا عز الا الہ لا شکر الا الہ " کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ یہ ساری باتیں بتاتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے انبیائے سابقین کی تعلیمات کے آثار عرب سے بالکل مٹ نہیں گئے تھے اور کم از کم اتنی بات یاد دلانے کے لیے بہت سے ذرائع موجود تھے کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے، (مودودی، تفہیم القرآن، 37/4 بلا حوالہ، بلوغ الارب، مالہ ہذا کی بحث پر عقاید و اعمال احناف۔)

(f). قبیلہ ایاد/ بکر بن وائل—عبد القیس

غالباً عہد جاہلیت کے سب سے بڑے قبایلی حنیف قُس ابن ساعدہ ایادی تھے، ان کا طویل ذکرِ خیر ملتا ہے، ابن قتیبہ نے ان کو آیات اللہ پر ایمان رکھنے والا عرب کا حکم قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کو بعثت سے قبل عکاظ میں ایک سرخ اونٹ پر خطبہ دیتے دیکھا تھا، حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالی عنہ) ان کے قصے بیان کرتے اور اشعار سناتے تھے (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 234/2 کے مطابق حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالی عنہ) نے فرمائشِ نبوی پر ان کے اشعار سنائے تھے جو عکاظ میں خود ان سے سنے تھے)" (کان مقنا بآیات اللہ)، وکان حکم العرب وذکر رسول اللہ ﷺ انہ راہ یخطب بعکاظ۔۔۔۔ (ابن قتیبہ، 61) (نیز ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیرو، 1960ء، 315/1 ذکر قس بن ساعدہ: وفد بکر بن وائل، بلوغ الارب، 2/244-246)

حافظ ابن کثیر کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے قس بن ساعدہ الایادی سے اپنی ملاقات کا ذکر خیر اس وقت فرمایا تھا جب قوم ایاد کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا، آپ ﷺ نے ان کے بارے میں ایک شخص سے پوچھا تھا اور ان کی وفات کی خبر سن کر ارشاد فرمایا تھا اور ان کے کلامِ معجز کا حوالہ دیا تھا، یہ حافظ ابو بکر محمد بن جعفر خرائطی کی کتاب " ہواتف الجان " کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

دوسری روایت اسی مضمون کی امام طبرانی کی کتاب " المعجم الکبیر " کے حوالے سے نقل کی ہے جو زیادہ بہتر ہے: رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں قبیلہ عبد القیس کا وفد آیا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ قس بن ساعدہ ایادی کو کون جانتا ہے؟ سب نے کہا کہ وہ جانتے تھے اور ان کی وفات کی خبر سن کر آپ ﷺ نے ان کے خطبہ کے الفاظ نقل فرمائے جو آپ ﷺ کو یاد ہو گئے تھے، ان میں دین کے لحاظ سے ایک جملہ یہ ہے کہ اللہ کا ایک دین ہے جو تمہارے دین سے زیادہ پسندیدہ ہے": ------ان للہ دیناھواحب الیہ من دینکم الذی انتم علیہ " (231/2) ارکان وفد سے آپ ﷺ نے ان کے اشعار بھی سنے تھے جو اس خبر میں نقل کیے گئے ہیں، حافظ ابن کثیر نے دوسرے کئی مصادر سے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے جیسے بیہقی کی " دلائل النبوۃ " ، ابن درستویہ کی " اخبار قس"، ابو نعیم اور ابن اسحاق، امام ذہبی وغیرہ۔)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جارود بن المعلی العبدی کے وفد میں یہ مکالمہ نبوی ہوا تھا، حضرت جارود نے بتایا تھا کہ وہ اسباطِ عرب میں سے ایک سبط تھے، چھ سو سال کی طویل عمر پائی، فقیری و درویشی میں بسر کی------ وہ اولین عرب تھے جو توحید الٰہی کے قائل تھے، عبادت الٰہی کرتے تھے، آخرت و حساب پر ایمان رکھتے تھے، کفر سے بے زار تھے، حنیفیت کی طرف مائل تھے،" -------وھواول رجل تالہ من العرب ووحدہ واقر و تعبد وایقن بالبعث والحساب------ وجنب الکفر و شوق الی الحنیفیہ------" حضرت جارود عبدی کی تقریر کافی طویل ہے اور عربی ادب کا ایک شاہکار---اس پر اسلامی اقدار و تعبیرات کا رنگ پایا جاتا ہے۔

(ابن کثیر، البدایہ النہایہ، 2/230-237 بالخصوص حنیفیت کے لیے 233، مولانا شبلیؒ، 1/126 ومابعد، حجۃ اللہ البالغہ، 1/277)۔

بکر بن وائل کے ہی ایک عظیم جاہلی شاعر اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ کا ذکر ابن ہشام نے کیا ہے، ان کی روایت تو یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لانے کے ارادے سے وطن سے نکلے تھے اور اس ضمن میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی کہا تھا، ابن ہشام نے اسے نقل کیا ہے، روایت کے بہ موجب جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے تو قریش نے ان کو ورغلا دیا اور وہ یہ کہ کر لوٹ گئے کہ اگلے سال اسلام قبول کریں گے مگر موت نے مہلت نہ دی اور وہ اسی سال جاں بحق ہو گئے، ان کے مدحیہ قصیدہ میں کچھ اشعار بتوں کی پرستش سے ان کی بے زاری، اللہ کی عبادت گذاری اور موت کی جاں گساری کا ذکر کرتے ہیں:

ولا النصب المنصوب لا تنسکنہ ولا تعبد الاوثان واللہ فاعبدا

۔(ابن ہشام، 1/411-416 بالخصوص 414 برائے شعر)

قبیلہ / بطن ایاد کے ایک اور حنیف حضرت کیع بن سلمہ بن زہیر ایادی تھے جن کا ذکر سید مودودیؒ نے کیا ہے تفہیم القرآن، 4/37، (آلوسی، بلوغ الارب، 2/260-261 بحوالہ ابن الکلبی

آلوسی کے مطابق ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ وکیع بن سلمہ جرہم کے بعد بیت اللہ کے متولی بنے تھے اور زیریں مکہ میں ایک بنیاد (صوحا) انہوں نے بنایا تھا اور اس میں ایک " امۃ" بنائی جس کو حزورہ کہا جاتا تھا، اسی میں وہ چڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے تھے اور عمدہ باتیں کرتے تھے، علمائے عرب کا خیال ہے کہ وہ صدیقین میں سے ایک صدیق تھے، ان کے کلام کے چند جملے بھی نقل کیے ہیں، اور وصیت بھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنیفیت کے قائل تھے ان کی وفات ہوئی تو زبردست نوحہ و ماتم کیا گیا اور اس کے بارے میں ہم قبیلہ شاعر بشیر بن حجیر ایادی نے اشعار کہے جن میں سے دو میں توحید الٰہی اور تولیت کعبہ کا ذکر موجود ہے:

ونحن ایاۃ عباد الاالہ ورھط مناجیہ فی سلم

ونحن ولاۃ الحجاب العتیق (زمان النخاع) علی جرھم

ان اشعار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بطن ایاد کے صرف یہ دو بزرگ ہی حنفاء میں شامل نہیں تھے بلکہ شاعر بشیر ایادی بھی شامل تھے اور ان کی تصدیق کے مطابق پوری" قومِ ایاد" عبادت اللہ کی قایل تھی۔ کہ وہ" عباداللہ" تھے، سب نہ بھی رہے ہوں تو کم از کم معتد بہ تعداد تو حنیف ہی معلوم ہوتی ہے۔

(g). بنو عامر بن صعصعہ

ایک بڑے قبیلہ ہوازن کا عظیم ترین بطن بنو عامر بن صعصعہ تھا جو مکہ مکرمہ اور طایف سے مربوط رہا تھا، وہ اپنی عددی طاقت اور عظمتِ افراد کے سبب خود ایک عظیمی قبیلہ بن گیا تھا، اس کو قریش کے بعد بڑے قبایل میں سمجھا جاتا تھا، وہ مختلف علاقوں میں پھیلا ہوا تھا لیکن اس کی بیشتر شاخیں مکہ، طائف اور مدینہ کے قرب وجوار میں آباد و سکونت پذیر تھی، (عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، باب دوم، 151، 154 ومابعد بالخصوص اس کے حواشی)

اس قبیلہ کے ایک عظیم شاعر النابغہ الجعدی تھے۔ جاہلیت کے زمانے میں دین ابراہیمی اور حنیفیت کا ذکر کیا کرتے تھے، روزے رکھتے تھے اور استغفار کرتے تھے، ان کے زمانہ جاہلیت کے کلام میں توحید اور حیات بعد موت اور جزا و سزا اور جنت و دوزخ کا ذکر ملتا ہے، بعد میں انہوں نے اسلام قبول کیا" ، (مودودی، سیرت، 71/2 بحوالہ الاستیعاب، 2/310)

اسد الغابہ میں بھی ان کے توحیدی اشعار، دین ابراہیمی اور حنیفیت اور روزہ و استغفار کا ذکر پایا جاتا ہے، ابن قتیبہ نے بھی ذکر کیا ہے، النابغہ ان کی شعری و بلاغی صلاحیت کے سبب ان کا لقب تھا، ان کا اصل نام صحیح ترین قول کے مطابق قیس بن عبداللہ بن وحوح بن عدس بن ربیعہ بن جعدہ تھا، وہ نابغہ ذبیانی سے زیادہ معمر تھے کیوں کہ نابغہ ذبیانی شاہِ حیرہ نعمان بن منذر کے ندیم تھے اور نابغہ جعدی اس کے پیش رو منذر بن محرق کے ندیم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو ایک سو اسی سال کی عمر عطاء ہوئی تھی یا زیادہ، وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانہ خلافت یا اس کے بعد تک حیات رہے، انہوں نے نعتیہ قصاید بھی کہے تھے، (بلوغ الارب 2/137-138) ابن اثیر، اسد الغابہ، 2/5-4: " وکان یذکر فیہ الجاھلیۃ دین ابراھیم والحنیفیۃ ویصوم ویستغفر)

حضرت لبید بن ربیعہ عامری بنو عامر بن صعصعہ کے دوسرے بڑے شاعر اور حنیف تھے اگرچہ ان کا ذکر خیز احناف جاہلیت میں بالعموم نہیں کیا جاتا، ان کا تعلق ایک دوسری شاخ قبیلہ بنو کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصبہ سے تھا، امیہ بن ابی الصلت ثقفی کے

ذکر کے ضمن میں جن حضرت لبید اوران کے صادق کلمہ شاعر کا حوالہ آیا ہے وہ یہی حضرت لبید ہیں اور وہ بعد میں مسلمان بھی ہو گئے تھے ،ان کے اشعار میں الہ واحد ،اللہ عزوجل اور توحید کے علاوہ آخرت وبعث بعد الموت اور نبوت ورسالت وغیرہ کا ذکر ملتا ہے ، قریش اور اکابر مکہ سے ان کے قریبی روابط تھے اور انہیں کی ایک مجلس میں انہوں نے اپنے مذکورہ حمدیہ اشعار سنائے تھے ، یہ اشعار اور دوسرے حنیفی اشعار عہد نبوی کے ابتدائی مکی دور میں مقبول ورائج بھی تھے ۔

ابن ہشام ،392/1 ،ومابعد ،157/2 ،،وغیرہ ، سہیلی ،349/3-352 ومابعد در مجلدات دیگر بخاری ،الجامع الصحیح ،بلوغ)
۔(الارب ،130/3-133 بحوالہ ابن قتیبہ ،الشعر والشعراء ابن عبد البر ،الاستیعاب ،،ابو حاتم السجستانی ، کتاب المعمرین

(h).بنو سُلیم

مکہ اور یثرب کے درمیانی علاقہ بنو سلیم کا خاندان بطن آباد تھا۔ یہ قیس عیلان قبیلہ کا عظیم ترین جزو تھا۔ ان کے مکہ اور یثرب دونوں سے قریبی تعلقات تھے۔ بنو سلیم کی ایک شاخ تو بنو ہاشم کی حلیف و معاون بھی رہی تھی۔ وہ اپنی عددی قوت ، فوجی طاقت بالخصوص شہ سواروں کے لیے ممتاز تھے اور ان میں مردان کار کی کمی نہیں تھی۔ ان میں سے بعض کے ہاں حنیفیت کا رجحان پایا جاتا تھا۔ وہ اپنی عرب موحدانہ روایات کے لیے معروف تھے اور دوسری عرب اقدار کے لیے بھی۔ (عہدِ نبویؐ میں تنظیم ریاست و حکومت ، باب دوم ،140-143 اور اس کے حواشی) حضرت عمرو بن عبسہ سُلمی مشہور صحابی ہیں ،اسلام لانے سے قبل ہی وہ بتوں کی پرستش سے بےزار ہو گئے تھے۔ امام احمد نے اُن کا اپنا قول نقل کیا ہے کہ ''میں جاہلیت کے زمانے میں لوگوں کو گمراہی پر سمجھتا تھا اور بتوں کے متعلق میرا خیال تھا کہ یہ کچھ نہیں ہیں۔'' اُن کا ایک اور قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ ''میرے دل میں یہ بات ڈال دی گئی تھی کہ بتوں کی پرستش باطل ہے۔ ایک شخص نے میری یہ باتیں سنیں تو کہا کہ مکہ میں ایک شخص ہے جو ایسی ہی باتیں کہتا ہے۔ چنانچہ میں مکہ آیا ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے مل کر آپؐ کی تعلیمات دریافت کیں اور آپؐ کی رسالت پر ایمان لے آیا۔'' (مودودی ، سیرت ،2 431 / 2 / 71-72 بحوالہ الاستیعاب ،)

ابنِ سعد نے ان کے تذکرہ میں ان کی حنیفیت کے تعلق سے یہی باتیں لکھی ہیں : ''..... انی کنت فی الجاھلیۃ اری الناس علی ضلالۃ ولا اری الاوثان بشئی..... رَغِبتُ عن آلھۃ قومی فی الجاھلیۃ وذالک انھا باطل..... فرأیت انۃ باطل لا ینفع ویضر.....'' اُن کے آخری جملہ

کے پیچھے ایک خوبصورت پس منظر ہے۔ بت پرستوں کا حال بتاتے ہیں کہ ایک شخص ایسے علاقے / قوم میں جاتا جہاں اُن کا خدا نہ ہوتا تو وہ چار پتھر لاتا، تین تو چولھے کے لیے استعمال کرتا اور چوتھے کو خدا بنالیتا اور اس سے بہتر پتھر ملتا تو اس کو "الٰہ" بنالیتا اور جب سفر کرتا تو انہیں چھوڑ جاتا۔ تب میری سمجھ میں آیا کہ یہ تو معبودانِ باطل ہیں۔ (ابن سعد،4 / 214-219) ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰؐ، دیوبند غیر مورخہ، 1،169-170 بحوالہ اصابۃ،3/6، 1/72 و معجم طبرانی و دلائل ابی نعیم، نیز مسند احمد و صحیح مسلم بابت (حدیث نبوی۔

(i). بنو غفار / کنانہ

قبیلہ کنانہ قریشِ مکہ کا حلیف بھی تھا اور قریبی عزیز بھی۔ وہ بہت بڑا قبیلہ تھا اور اس کی متعدد شاخیں تھیں۔ ان میں غفار اور اسلم کے دو قبیلے بھی تھے جو پڑوسی تھے اور مکہ مکرمہ کے قریب کے علاقے میں رہتے تھے۔ دراصل ان کا قبائلی تعلق نہ تھا کہ اسلم قبیلہ خزاعہ کا ایک بطن تھا اور غفار کنانہ کا، لیکن دونوں کا جوار وپڑوس کا تعلق تھا لہٰذا وہ ایک ہی سمجھے جاتے تھے۔ ان کا علاقہ شامی شاہراہ تجارت کے قریب تھا۔ ان کے افراد و طبقات دونوں کا مکہ اور مدینہ سے بہت گہرا تعلق تھا جو سیاسی بھی تھا اور سماجی بھی۔ (عہدِ نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، باب دوم،126-128 اور 131 اور ان کے حواشی)

حضرت ابوذر غفاری مشہور قدیم ترین صحابی ہیں۔ وہ زمانہ جاہلیت ہی میں رواجی دین سے بے زار ہو گئے تھے۔ رسول اکرم صلّی اللہُ علیہِ وآلہِ وسلم سے ملاقات وقبولِ اسلام سے تین سال قبل وہ بتوں کی پوجا چھوڑ چکے تھے اور اللہ کے لیے نماز پڑھنے لگے تھے۔ نماز جس طرح چاہتے پڑھتے اور جدھر اللہ رخ کر دیتا اُدھر منہ کر لیتے۔ رات بھر نمازیں پڑھتے تا آنکہ صبح ہو جاتی۔ اسی زمانہ میں ان کے بھائی انیس ضرورت سے مکہ گئے تو واپس آکر حضرت ابوذر غفاری کو خبر دی کہ مکہ میں ایسے شخص سے ملا جو تمہارے دین پر ہے اور اس کا خیال ہے کہ اللہ نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

"وقد صلیت یابن اخی قبل ان القی رسول اللہؐ ثلاث سنین، فقلت: لمن؟ قال: للہ، فقلت: این توجہ؟ قال: اتوجہ حیث یوجہنی اللہ، ..... اصلی عشاء حتی اذا کان من آخر السحر القیت کانی خفاء..... قال (انیس) انی لقیت رجلا بمکۃ علی دینک یزعم أنہ اللہ ارسلہ....." (ابن

سعد، 4 / 219-220 ومابعد، مودودی، سیرت، 2 / 70) اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر غفاری کے ایک بھتیجے بھی حنیف تھے جو ان کے ساتھ شریکِ نماز رہتے تھے اور غالباً ان کے بھائی انیس بھی کیوں کہ وہ بھی اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں میں تھے اور بعض کے نزدیک پہلے اسلام لائے تھے۔ (اصابۃ تراجم انیس وابوذر غفاری، بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اسلام ابی ذر الغفاری، فتح الباری، 7/ 221-227)

ابنِ حجر نے صحیح مسلم کی روایت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قوم غفار شہر حرام کی رعایت کرتی اور عمرہ کرتی تھی ".... خرجنا من قومنا غفار وکانو یحلون الشھر الحرام....." اس روایت میں ان کے نماز پڑھنے کا حوالہ ابنِ سعد کی مانند ہے اگرچہ بعض الفاظ میں فرق ہے اور حضرت انیس کا جملہ بھی: "لقیت رجلا بمکۃ علی دینک....."

حضرت عبادہ بن صامت کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کو رات میں طواف کرتے دیکھا تو حضرت ابوذر غفاری نے آپ کو سلام کیا اور وہ اس باب میں اولین تھے: "..... قلت: السلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قال: فکنت اول من حیاۃ بالسلام....."

(j). دوسرے قبایلی احناف

سید مودودیؒ نے تفہیم القرآن میں جن سولہ حنفاء کی فہرست دی ہے وہ غالباً ڈاکٹر جواد علی کی کتاب مذکورہ "تاریخ العرب قبل الاسلام" سے ماخوذ ہے اور ان دونوں کی اصل محمود شکری آلوسی کی تصنیف "بلوغ الارب" 2 / 244 ومابعد ہے۔ جواد علی کی فہرست احناف کے آخر میں "آخرون" (وغیرہ) کا اضافہ بھی ہے جو بہر حال موجود و مذکور ہے۔ اس فہرستِ حنفاء سے بہر حال یہ پتا چلتا ہے کہ مختلف بدوی قبایل میں ایک یا ایک سے زیادہ موحدین موجود تھے۔ ان میں مشہور ترین کا مفصل ذکر اوپر آچکا ہے۔
دوسرے غیر معروف یا کم مشہور حنفاء کا تعلق جن قبایل سے تھا، یہ ہیں: بنوالمصطلق / خزاعہ، جہینہ، بنو عدی، اسد / خزیمی، بنو تمیم، بنو کنانہ، بنو عبس، بنو قضاعہ وغیرہ۔

سوید بن عامر مصطلقی کے اشعار رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے بہ روایتِ "امالی سید مرتضیٰ" پڑھے تھے اور فرمایا تھا کہ وہ اگر مجھ سے ملتے تو اسلام لے آتے کیوں کہ ان کے اشعار سے پتا چلتا ہے کہ وہ حنیفیت اور ملتِ ابراہیمیہ کی طرف مایل تھے۔(بلوغ الارب 2/259 بحوالہ سید مرتضیٰ، امالی)

عمیر بن جندب الجہنی عہد جاہلی میں ان لوگوں میں شمار ہوتے تھے جو اللہ کی توحید کے قایل تھے اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے۔اسلام سے کچھ پہلے ان کا انتقال ہوا۔اس کے بارے میں صاحب قاموس نے عجیب قصہ لکھا ہے،(بلوغ الارب 2/ 261-262 بحوالہ صاحب القاموس)

عدی بن زید عبادی کا قبیلہ بنو تمیم تھا جو قبایلِ پراگندہ کا ایک عظیم ترین قبیلہ تھا اور شمال مشرقی علاقہ میں خاص سکونت رکھتا تھا۔اگرچہ اس کی شاخیں مختلف علاقوں میں بکھری ہوئی تھیں اور ان کے طبقات متعدد شہروں میں موجود تھے،(عہدِ نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، باب دوم، مختلف صفحات متعلقہ)

عدی شعراے جاہلیت میں فصیح سمجھے جاتے تھے۔وہ خاندانی لحاظ سے نصرانی تھے۔اُن کے سگڑدادا ایوب تھے جو عرب میں اس نام سے موسوم ہونے والوں میں اوّلین جانے جاتے تھے۔اُن کے شاہانِ حیرہ سے بہت گہرے تعلقات و روابط تھے۔خود عدی بن زید دیوانِ کسریٰ سے وابستہ تھے اور اولین کاتب تھے جس نے وہاں عربی زبان استعمال کی۔ان کا رجحان بھی دھیرے دھیرے حنیفیت کی طرف ہو گیا تھا،اگرچہ اس پر شک وشبہ کا اظہار کیا گیا ہے۔(بلوغ الارب 2 / 262-265)

سیف بن عدی یزن والی وشاہِ یمن کا ذکر بھی آلوسی نے اصحابِ دین میں کیا ہے۔بنیادی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کے چند سال بعد آپؐ کی بعثت کی بشارت آپؐ کے دادا عبد المطّلب کو دی تھی جب وہ اکابرِ قریش کے ساتھ ان کو غیر عربوں (اہلِ حبشہ) پر فتح حاصل کرنے اور یمن میں عرب حکومت قایم کرنے کی مبارک باد دینے گئے تھے۔ان کو صاحب علم ووجدان اور اہلِ مجدّ د شمار کیا گیا ہے۔غالباً قدیم کتبِ سماویہ کے عالم بھی تھے۔(بلوغ الارب،2/ 266-269 بحوالہ مادری، اعلام النبوۃ، الاغانی، 2/ 29)

عامر بن الظرب العدوانی کے نام کے اسی املا کے ساتھ آلوسی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ان کو عرب کے حکماو خطبا میں شمار کیا ہے۔ان کی ایک طویل وصیت سے ان کے افکار نقل کیے گئے ہیں۔اس میں موت، حیات، بعد موت، خالقِ سماوات ارض وغیرہ کا ذکر ہے۔ان کی حنیفیت کے لحاظ سے ان کا ذکر یہاں مختصر ہے۔زیادہ احوال و معلومات باب الحکما والخطبا میں دیے ہیں۔(بلوغ الارب، 2/ 275-276، نیز متعلقہ باب)

عبدالطانجہ بن ثعلب بن وبرہ بن قضاعہ خالق عزوجل اور تخلیق آدم پر ایمان رکھتے تھے۔اس باب میں ان کے پانچ اشعار بھی آلوسی نے نقل کیے ہیں۔ان میں رب، قدیم اول، ماجد وغیرہ کی صفاتِ الوہی کا ذکر ہے۔دعا واستعانت کا حمد و خیر و فیض و سخاوت ربانی کا، دوسری زندگی اور اس کو عطا کرنے والے رب کا.....

ادعوک یارب بماانت اهله

دعاء غریق قد تشبث بالعُصم

لانک اهل الحمد والخیر کله

وذوالطول لم تعجل بسخط ولم تلم

وانت الذی یحییه الدهر ثانیا

ولم یر عبد منک فی صالح وجم

وانت القدیم الاول الماجد الذی

تبدأت خلق الناس فی اکتم العدام

وانت الذی احللتنی غیب ظلمة

الی ظلمة فی صلب (آدم) فی ظلم

: علاف بن شہاب تمیمی بھی اللہ اور یومِ حساب پر ایمان رکھتے تھے۔ اس بارے میں ان کے خوبصورت اشعار ملتے ہیں

ولقد شہدت الخصم یوم رفاعۃ

فأخذت منہ حطۃ المغتال

وعلمت ان اللہ جازِ عبدہ

یوم الحساب بأحسن الاعمال

المتلمس بن امیہ کنانی صحنِ کعبہ میں عربوں سے خطاب کرتے کہ ''میری اطاعت کرو، ہدایت پاؤ گے''، لوگوں نے پوچھا: وہ کیسے؟ فرمایا: ''تم لوگوں نے بہت سے خدا بنا لیے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اللہ اس سے راضی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان خداؤں کا بھی رب ہے اور وہ چاہتا ہے کہ صرف اسی ایک کی عبادت کی جائے۔'' عربوں نے ان کی بات نہیں سنی اور خیال کیا کہ وہ بنو تمیم کے دین پر قایم ہیں۔

زہیر بن ابی سُلمی ذبیانی جب بھی کانٹے دار جھاڑی کے قریب سے گذرتے تو فرماتے کہ اگر عرب مجھے برا بھلا نہ کہتے تو اس بات پر ایمان لے آتا کہ جو ذات تجھے سوکھنے کے بعد زندہ کر دیتی ہے وہ ہڈیوں کے گلنے کے بعد بھی ان کو زندہ کر دے گی۔ ان کے معلقہ کے اشعار میں اللہ کے عالم الغیب ہونے اور سینوں کے راز جاننے والے اور یوم الحساب، حساب کتاب اور اللہ کی قدرت حیات وغیرہ کا ذکر ہے۔ ((بلوغ الارب، 2/ 276-278: زہیر کے لیے حوالہ زوزنی کی شرح معلقہ کا

عبد اللہ بن تغلب بن وبرہ بن قضاعہ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے تھے اور عرب کے حکما و فضلا میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے طریقہ کو دین حنیفیت کا طریقہ کہا گیا ہے، جیسے ان کے معاصرین، سابقین وغیرہ تھے۔ ان کے دینی افکار کا نمونہ ان کے کلام میں ملتا ہے۔ وہ عظیم ترین فصیح و بلیغ ترین خطبا میں تھے جن کی مثال دورِ جاہلی میں شاذ و نادر ہی ملتی ہے۔ ان کا نامِ نامی ہی وحدانیت الٰہی کی ایک مثال اور ثبوت ہے۔ (بلوغ الارب، 2/ 280-281)

عبید بن الابرص اسدی خزیمی عظیم جاہلی شاعر تھے۔ابن سلام جُمحی نے ''طبقات الشعرا'' میں ان کو طبقہ چہارم میں رکھاہے اور ان کو طُرفہ اور علقمہ بن عبدہ کا ہم پلہ کہا ہے۔ابن قتیبہ نے ''کتاب الشعرا'' میں بیان کیا ہے کہ ان کی عمر تین سو سال سے زیادہ ہوئی تھی۔ مشہور شاہِ حیرہ نعمان بن منذر کے دادا ابن امری القیس سے ان کے تعلقات تھے اور ان کی ایک جنگ میں وہ مقتول ہوئے تھے۔ان کے روابط دوسرے اکابرِ وقت سے بھی بہت عمدہ تھے۔ان کے اشعار توحیدِ الٰہی کے عقیدہ کا اثبات کرتے ہیں، مثلاًایک شعر ہے :

ولیفنین ھذاوذاک کلاھما

الاالالہ ووجۃالمعبود

(بلوغ الارب، 2/ 281، نیز ملاحظہ ہو: جواد علی، مذکورہ بالااور بحث آیذہ برعقاید احناف)

خلاصہ

جاہلی عہد میں دین حنیفی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانے سے عربوں کا دین متین رہا،بعثت محمد سے تیین سو سال قبل تک اس کی بنادی شکل باقی رہی اور عربوں کے تمام قبائل وطبقات دین ابراہیمی کے پیرو رہے، تیسری صدی عیسوی تک جزیرہ نمائے عرب میں سچادین حنیفی اور دین ابراہیمی قابل عمل اور لایق فخر اور عربوں کی دین شناخت بنادیا،اس صدی کے اواخر تک پہنچتے پہنچتے بعض انحرافات اور خرافات وبدعات کا کچرادین اسلام کے چشمہ صافی کو گدلا کرنے لگا،روایات بالعموم اس کی ساری ذمہ داری ایک مکی سرداد عمروبن لحہ خزاعی کے سر ڈالتی ہیں،امکان ہے کہ کچھ دوسرے افراد طبقات نے بھی انحرافات کی راہ ہموار کی ہو،امتداد زمانہ سے دینی فکراور مذہبی عمل میں راہِ عمل سے انحراف ایک مسلمہ حقیقت ہے،

اصل دین اور انحراف میں تصادم ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں سماج میں دینی، فکری اور عملی اتھل پتھل شروع ہو جاتی ہے، پہلے اصل دین کے پیروؤں کو غلبہ حاصل رہتا ہے اور رفتہ رفتہ انحراف کی اشاعت سے پانسہ پلٹ جاتا ہے اور انحراف غالب ہو جاتا ہے، پھر بھی اصل دین کے ماننے والے ہر دور میں باقی رہتے ہیں، یہی حقیقت دین ابراہیمی اور دین حنیفی کے ضمن مین بھی قدرت الہی نے دہرائی اور جب انحرافات نے دین اصلی کو پوری طرح مغلوب کر لیا تو بعثت نبوی کا فیصلہ الہی صادر ہوا۔

جزیرہ نمائے عبر کے طول و عرض میں تین سو سال دورِ انحراف میں بہت سے نہ سہی تو کافی تعداد میں دین حنیف کے ماننے والے موجود رہے، ان میں افراد بھی تھے اور طبقات بھی اور ان سے زیادہ اہم تھے گمراہوں میں اصل دین کے باقیات قرآنی آیات، احادیثِ نبوی اور عرب روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ دین ابراہیمی کے بہت سے اصول و عقائد اور اعمال، معمولات انحراف کے مارے عربوں میں بھی موجود و باقی تھی، ان میں اللہ، رسول، آخرت اعمال کی جزاء و سزاء اور دوسرے عقائد و افکار کے علاوہ بہت سے بنیادی اعمال و اشغال جیسے نماز و روزہ، زکواۃ و حج و ختنہ و غسل جنابت اور دوسرے اعمالِ فطرت پوری طرح مروج تھے۔

انحراف و بدعت سے لڑنے والے اور اصل دین حنیفی کی طرف پلٹنے والے افراد و طبقات نے فکر و عمل کی تطہیر کا کام شروع کیا، جہاں ان کو اصل دین کے بقایا مل گئے، ان کو اختیار کر لیا اور امتداد زمانہ سے جن افکار و اعمال کی صورت مسخ ہو گئی تھی اور اصل حقیقت کا پتہ لگانا ناممکن ہو گیا تھا وہاں انہوں نے فکر و عقیدہ اور عمل و مزہب کی تجریدی شکل اختیار کی اور اپنی سمجھ سے اصل کا سراغ لگایا اور اس پر عمل پیرا ہو گئے، شرک اور مشرکانہ رسول کی بجائے توحید و مواحدانہ کیش اختیار کیا، بتوں اور اصنام کی پوجا چھوڑی ان سے متعلق رسوم و اعمال سے گریز کیا اور ربِ ابراہیم علیہ السلام کی عبادت اور عبادتِ الٰہی سے وابستہ اشغال میں لگ گئے، اللہ واحد کے تصور اور عقیدہ نے ان کے عمل کی تطہیر میں بنیادی کردار ادا کیا۔

مکہ مکرمہ خانہ کعبہ کا گھر ہونے کے سبب دین حنیفی کا مرکز و ماویٰ بنا رہا، قریش میں ایسے افراد و جماعات ہمیشہ موجود رہے جو دین حنیفی کے علم بردار اور پیرو تھے علمائے اصولیین کا اتفاق ہے کہ رسول اکرم ﷺ جناب محمد بن عبداللہ ہاشمی کے تمام آباء و اجداد میں دین حنیفی کے بنادی افکار و اعمال ہمیشہ پیوست رہے، کئی دوسرے افراد گروہ بھی احناف کے زمرے میں شامل تھے جیسے زید بن عمرو بن نفیل عدری، ورقہ بن نوفل اسدی، عثمان بن حویرث اسی، عبیداللہ ابن جحش اسدی خزیمی، ابو کبشہ و جز بن غالب زہری وغیرہ، مدینہ منور بھی احناف کے وجود گرامی سے کبھی محروم نہیں رہا، ان میں ابو قیس صرمہ بن انس بخاری کزرجی، ابو الہیثم بن التہیان، ذکوان بن عبد قیس، اسعد بن زرارہ اور متعدد دوسرے دین حنیفی کو زندہ رکھے ہوئے تھے،

دوسرے قبائل و طبقات عرب میں طائف و ہوازن کے بنو ثقیف، بنو سلیم، بنو سعد بن بکر، بنو کنانہ، ہمدان، کندہ، ھُیر، غفار، اسلم، لیث، ایاد/بنو بکر بن وائل، عبدالقیس، عبس و ذبیان، مزینہ و جہینہ، طے و اسد/خزیمہ، حمیر و حضر موت، بنو عامر بن صعصعہ، بنو

المصطلق، بنو عاد/ تمیم، قضاعہ اور کئی دوسرے طبقات شامل تھے اور احناف کے وجود گرامی سے مشرف، ان قبائل وطبقات کا جغرافیائی تعلق جزیرہ نمائے عرب کی چار سمتوں اور تمام علاقوں سے تھا، یمن اور جنوبی عرب میں حنیفی طبقات کی کثرت تھی،

احناف عرب اور دین حنیفی کے پیروؤں نے دہرا فرض انجام دیا، اس کا تعلق ماضی کی میراث کی حفاظت سے بھی تھا اور مستقبل کی تعمیر کی ہمواری سے بھی، انہوں نے دین حنیفی کو زندہ کرنے اور رواج دینے کی کوشش کی اور اسی کے ساتھ ساتھ بعثت محمدی کے ہراول دستہ کا کام کیا، عرب سماج میں یہی وہ فکری اور دینی طبقہ تھا جس نے اپنے عقیدہ و عمل سے نبی آخر الزمان ﷺ کی تشریف آوری کا منتظر ایک دنیا کو بنایا اور جب آپ ﷺ کے وجود گرامی اور ظہور سامی سے عرب کی سرزمین رشک آسمان بنی تو یہی احناف اور حنیفیت کی روح تھی جس نے سب سے پہلے بعثت محمد کو قبول کیا